ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 0241

Program: Matric (Dars-e-Nizami)

Semester: Autumn 2026

WhatsApp Orders: +92 324 5836626

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس :المختصر القدوری (241)

سطح :میٹرک)درسِ نظامی(

سمسٹر :خزاں 2026

SOLVED ASSIGNMENT GUIDE — For Study & Reference

حل شدہ مشق گائیڈ — مطالعہ و حوالہ کے لیے

نوٹ :یہ گائیڈ صرف مطالعہ و رہنمائی کے لیے ہے۔ طلبہ جوابات اپنے الفاظ میں تحریر کریں اور عملی فقہی مسائل میں مستند علمائے کرام سے رجوع کریں۔

امتحانی مشق نمبر 1

کل نمبر — 100 :کامیابی کے نمبر40

سوال نمبر 1

سوال نمبر -1مصنف کتاب)قدوری (کے حالات زندگی پر جامع نوٹ تحریر کریں۔ (20)

مقدمہ

المختصر القدوری فقہ حنفی کی ان چند کتابوں میں شمار ہوتی ہے جنہوں نے صدیوں تک درس، فتویٰ اور قضا کی بنیاد فراہم کی۔ اس کتاب کے مصنف امام ابو الحسین احمد بن محمد القدوری رحمہ اللہ ہیں، جن کا شمار چوتھی اور پانچویں صدی ہجری کے بڑے حنفی فقہا میں ہوتا ہے۔ کسی بھی علمی کتاب کو درست طور پر سمجھنے کے لیے اس کے مصنف کے زمانے، ماحول، اساتذہ اور علمی خدمات سے واقفیت ضروری ہوتی ہے، کیونکہ کتاب کی ترتیب، اسلوب اور مسائل کے انتخاب پر مصنف کی شخصیت اور دور کے تقاضوں کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ اس جواب میں امام قدوری کے نام و نسب، ولادت و وفات، علمی نشوونما، اساتذہ و تلامذہ، تصانیف اور ان کی فقہی خدمات کا جامع تعارف پیش کیا جاتا ہے۔ تاریخ پیدائش اور بعض جزئی تفصیلات میں مؤرخین کے بیانات میں معمولی اختلاف پایا جاتا ہے، اس لیے یہاں مشہور اور معروف روایات کو سامنے رکھا گیا ہے اور اختلافی نکات کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔

نام، نسب اور کنیت

مصنف کا پورا نام احمد بن محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان ہے، کنیت ابو الحسین ہے اور نسبت قدوری ہے۔ اسی نسبت سے وہ تاریخ میں امام قدوری کے نام سے مشہور ہوئے۔ لفظ قدوری کی نسبت کے بارے میں اہل تراجم نے دو باتیں بیان کی ہیں :ایک قول یہ ہے کہ یہ نسبت قدر یعنی ہانڈی بنانے والے پیشے کی طرف ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ بغداد کے قریب یا اس کے نواح میں واقع کسی بستی قدورہ کی طرف نسبت ہے۔ دونوں اقوال کتب تراجم میں ملتے ہیں، اس لیے کسی ایک کو قطعی طور پر حتمی قرار دینا درست نہیں۔ آپ بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ بغداد اس زمانے میں علم و فضل کا عالمی مرکز تھا، جہاں فقہ، حدیث، نحو اور کلام کے بڑے بڑے ائمہ موجود تھے۔ اس ماحول نے آپ کی علمی شخصیت کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا۔

ولادت اور وفات

مشہور روایت کے مطابق امام قدوری کی ولادت سن 362ہجری میں بغداد میں ہوئی۔ بعض کتب میں ان کی عمر کے حوالے سے جو تفصیل ملتی ہے اس سے بھی اسی دور کی تائید ہوتی ہے، تاہم جزئی اختلاف کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ وفات کے بارے میں معروف قول یہ ہے کہ آپ کا انتقال سن 428ہجری میں بغداد میں ہوا اور آپ کو وہیں سپرد خاک کیا گیا۔ اس حساب سے آپ نے تقریباً چھیاسٹھ برس کی عمر پائی۔ یہ وہ دور تھا جب عباسی خلافت سیاسی طور پر کمزور ہو چکی تھی، لیکن علمی حلقے اب بھی سرگرم تھے۔ امام قدوری نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ تدریس، تصنیف اور فقہی مباحث میں صرف کیا۔ وفات کے بعد ان کی کتاب المختصر نے ان کا نام صدیوں تک زندہ رکھا اور حنفی مدارس میں ان کی پہچان اسی کتاب سے قائم ہوئی۔

علمی نشوونما اور اساتذہ

امام قدوری نے ابتدائی تعلیم بغداد کے علمی ماحول میں حاصل کی۔ فقہ حنفی کی تعلیم میں ان کے مشہور استاد ابو عبداللہ محمد بن یحیی الجرجانی ہیں جن سے انہوں نے فقہ کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ فقہ کے علاوہ انہوں نے حدیث اور دیگر علوم میں بھی اس زمانے کے ممتاز اساتذہ سے استفادہ کیا۔ کتب تراجم میں ان کی ذہانت، حافظے اور مسائل کی گہرائی تک پہنچنے کی صلاحیت کو خصوصیت سے بیان کیا گیا ہے۔ وہ صرف ناقل نہیں تھے بلکہ مسائل کی علت اور اصول کی روشنی میں ترجیح قائم کرنے والے فقیہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ المختصر میں انہوں نے ہر باب میں منتخب اور معتمد مسائل کو مختصر عبارت میں جمع کر دیا۔ طالب علم کے لیے اس نکتے کو سمجھنا ضروری ہے کہ قدوری کا اسلوب اختصار کا ہے، اس لیے ان کی عبارت کی شرح کے لیے بعد میں آنے والی شروحات کا مطالعہ ناگزیر ہو گیا۔

تلامذہ اور تدریسی خدمات

امام قدوری کے حلقہ درس سے بہت سے طلبہ نے استفادہ کیا۔ ان کے مشہور شاگردوں میں ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی کا نام نمایاں ہے، جو تاریخ بغداد کے مصنف ہیں اور انہوں نے اپنے استاد سے حدیث روایت کی۔ اس کے علاوہ بہت سے فقہا اور محدثین نے ان سے علم حاصل کیا۔ تدریس کے ساتھ ساتھ وہ فقہی مناظروں اور علمی مجالس میں بھی شریک ہوتے تھے۔ ان کے دور میں حنفی اور شافعی فقہا کے درمیان فروعی مباحث عام تھے اور قدوری ان مباحث میں حنفی موقف کی نمائندگی کرنے والوں میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ ان کی کتاب التجرید اسی تناظر میں لکھی گئی جس میں اختلافی مسائل جمع کیے گئے۔ تدریسی زندگی کی یہ سرگرمی بتاتی ہے کہ المختصر محض ذاتی یادداشت نہیں بلکہ برسوں کی تدریس کا نچوڑ ہے۔

تصانیف

امام قدوری کی سب سے مشہور تصنیف المختصر ہے جسے قدوری کے نام سے ہی جانا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ شرح مختصر الکرخی، کتاب التجرید، کتاب النکاح اور دیگر رسائل بھی ان سے منسوب ہیں۔ المختصر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں طہارت سے لے کر فرائض تک فقہ کے تقریباً تمام ابواب کے بنیادی مسائل نہایت مختصر اور جامع عبارت میں بیان ہوئے ہیں۔ روایت ہے کہ اس کتاب میں ہزاروں مسائل جمع ہیں اور طالب علموں میں یہ بات مشہور ہے کہ اس میں تقریباً ساڑھے بارہ ہزار مسائل ہیں، اگرچہ یہ تعداد روایتی طور پر بیان کی جاتی ہے اور اسے حتمی شماریاتی دعوے کے طور پر نہیں لینا چاہیے۔ المختصر پر بعد کے ادوار میں بے شمار شرحیں، حواشی اور تراجم لکھے گئے جن میں اللباب فی شرح الکتاب اور الجوهرة النيرة خاص طور پر مشہور ہیں۔ درس نظامی کے نصاب میں اس کتاب کو ابتدائی فقہی متن کی حیثیت حاصل ہے۔

فقہی مقام اور خدمات

امام قدوری کا شمار ان فقہا میں ہوتا ہے جنہوں نے حنفی فقہ کو تدوین اور ترتیب کی نئی جہت دی۔ ان سے پہلے امام محمد بن الحسن الشیبانی کی کتب اور مختصر الکرخی جیسے متون موجود تھے، مگر قدوری نے مسائل کو اس ترتیب اور اختصار سے پیش کیا کہ عام طالب علم بھی بنیادی فقہ تک آسانی سے رسائی حاصل کر سکے۔ فقہ حنفی میں ان کا مرتبہ اصحاب ترجیح میں بیان کیا جاتا ہے، یعنی وہ ائمہ کی مختلف روایات میں سے قوی اور مفتیٰ بہ روایت منتخب کرنے کی اہلیت رکھتے تھے۔ المختصر کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ صدیوں تک یہ کتاب مشرق سے

مغرب تک حنفی مدارس میں پڑھائی جاتی رہی۔ بعض علاقوں میں اس کتاب کو برکت اور حفظ کے لیے بھی پڑھا جاتا تھا، لیکن طالب علم کے لیے اصل فائدہ اس کے مسائل کی علمی ترتیب میں ہے۔

خاتمہ

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو الحسین احمد بن محمد القدوری رحمہ اللہ پانچویں صدی ہجری کے ممتاز حنفی فقیہ تھے، جن کی ولادت مشہور روایت کے مطابق 362ہجری میں بغداد میں ہوئی اور وفات 428ہجری میں ہوئی۔ انہوں نے بڑے اساتذہ سے علم حاصل کیا، ممتاز شاگرد تیار کیے اور المختصر جیسی لازوال کتاب یادگار چھوڑی۔ ان کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے فقہ حنفی کے بنیادی مسائل کو مختصر، مرتب اور قابل تدریس صورت میں آنے والی نسلوں تک پہنچایا۔ آج بھی درس نظامی کا طالب علم فقہ کا سفر اسی کتاب سے شروع کرتا ہے، جو مصنف کے اخلاص اور علمی گہرائی کی روشن دلیل ہے۔

سوال نمبر 2

سوال نمبر 2۔ کنویں میں نجاست گرنے کی صورت میں اس کو پاک کرنے کے طریقے لکھیں۔ (20)

مقدمہ

طہارت اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے اور نماز سمیت بہت سی عبادات کی صحت کا دار و مدار پانی کی پاکی پر ہے۔ دیہی علاقوں میں کنواں پانی کا بڑا ذریعہ رہا ہے، اسی لیے فقہا نے کنویں میں نجاست گرنے کی صورتوں اور اسے پاک کرنے کے طریقوں کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ امام قدوری نے کتاب الطہارہ میں ان مسائل کو واضح اصولوں کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس جواب میں قدوری کی روشنی میں یہ بتایا جائے گا کہ کنواں کب ناپاک ہوتا ہے، نجاست دیکھ کر کیا حکم ہے، مردہ جانور گرنے کی مختلف صورتوں میں کتنا پانی نکالا جائے گا اور کنواں کب دوبارہ قابل استعمال ہو گا۔ یہ مسائل فقہ حنفی کے معتمد بیانات کے مطابق درج کیے جا رہے ہیں؛ کسی خاص علاقے میں عملی تطبیق کے لیے مستند عالم سے رجوع کرنا چاہیے۔

بنیادی اصول

اصولی بات یہ ہے کہ کنویں کا پانی اصل میں پاک ہے، جب تک اس میں نجاست کا گرنا یقینی طور پر معلوم نہ ہو یا نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو۔ اگر کنویں میں نجاست غلیظہ یا خفیفہ گر جائے تو فقہا نے پانی نکالنے کا حکم دیا ہے جسے نزح کہا جاتا ہے۔ نزح کا مقصد یہ ہے کہ ناپاک پانی کے اخراج کے ساتھ کنواں دوبارہ پاک ہو جائے۔ اگر نجاست ایسی

چیز ہے جو پانی میں تحلیل ہو کر اس کا رنگ، بو یا ذائقہ بدل دے تو حکم زیادہ سخت ہو جاتا ہے۔ قدوری کے بیان میں صورتوں کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے :ایک وہ صورت جب سارا پانی نکالنا لازم آئے، اور دوسری وہ صورت جب مقررہ تعداد میں ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے۔ ڈول سے مراد اس کنویں میں عام طور پر استعمال ہونے والا درمیانے سائز کا ڈول ہے۔

سارا پانی نکالنے کی صورتیں

قدوری کے مطابق اگر کنویں میں خنزیر گر جائے تو اگرچہ وہ زندہ باہر نکل آئے، سارا پانی نکالا جائے گا۔ اسی طرح اگر کنویں میں شراب گرے یا نجاست عینیہ جیسے پیشاب اور پاخانہ وغیرہ گرے تو سارا پانی نکالنا لازم ہے۔ اگر کوئی ایسا جانور کنویں میں گر کر مر جائے جس کا خون بہنے والا ہو اور اس کا جسم بڑا ہو، جیسے کتا، بکری یا انسان، تو بھی سارا پانی نکالا جائے گا۔ اگر مردہ جانور پھول جائے یا پھٹ جائے تو چاہے وہ چھوٹا جانور ہی کیوں نہ ہو، سارا پانی نکالنا ضروری ہو گا، کیونکہ اس صورت میں نجاست پانی میں پوری طرح سرایت کر جاتی ہے۔ اگر کنواں اتنا بڑا ہو کہ سارا پانی نکالنا ممکن نہ ہو یا پانی مسلسل آ رہا ہو تو فقہا نے اس کی عملی صورت یہ بیان کی ہے کہ اتنا پانی نکالا جائے جس سے اہل تجربہ یہ سمجھیں کہ گندہ پانی نکل چکا ہے؛ بعض بیانات میں دو سو یا تین سو ڈول کا اندازہ بھی ملتا ہے، مگر اصل مدار تجربہ کار لوگوں کی رائے پر ہے۔

مقررہ ڈول نکالنے کی صورتیں

اگر کنویں میں چوہا، چڑیا یا اس جیسا چھوٹا جانور گر کر مر جائے تو قدوری کے مطابق بیس سے تیس ڈول نکالنا کافی ہے۔ اگر بلی یا مرغی جیسا درمیانے سائز کا جانور مر جائے تو چالیس سے ساٹھ ڈول نکالے جائیں گے۔ ان عددوں میں کم مقدار وجوب کی حد ہے اور زیادہ مقدار استحباب اور احتیاط کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اگر مرغی یا بلی زندہ باہر نکل آئے تو حکم مختلف ہو گا اور اس صورت میں عمومی اصولوں کے مطابق احتیاطاً کچھ پانی نکالنا بہتر ہے، خاص کر جب جانور کے جسم پر نجاست لگی ہو۔ یہ تفصیل درج ذیل چارٹ میں خلاصہ کی گئی ہے تاکہ طالب علم کو تمام صورتیں ایک نظر میں یاد رہیں۔ ڈول کی مقدار وہی معتبر ہے جو اس کنویں کے عام استعمال میں ہے، نہ بہت بڑا اور نہ بہت چھوٹا۔

مقدار	حکم	صورت
20تا 30ڈول	مقررہ پانی نکالنا	چوہا، چڑیا یا چھوٹا جانور مر جائے

40تا 60ڈول	مقررہ پانی نکالنا	بلی، مرغی یا درمیانہ جانور مر جائے
پورا کنواں	سارا پانی نکالنا	کتا، بکری، انسان یا بڑا جانور مر جائے
پورا کنواں	سارا پانی نکالنا	خنزیر گر جائے، نجاست عینیہ گرے
پورا کنواں	سارا پانی نکالنا	مردہ جانور پھول یا پھٹ جائے

پانی نکالنے کا طریقہ اور متعلقہ احکام

پانی نکالتے وقت ڈول کو بھر کر کنویں سے باہر اس طرح الگ کرنا ہے کہ اس کا پانی دوبارہ کنویں میں نہ گرے۔ نکالے گئے پانی کو کنویں سے دور بہایا جائے۔ پانی نکالنے کے بعد کنویں کی دیواروں، رسی اور ڈول کے بارے میں فقہا نے یہ بیان کیا ہے کہ جب مقررہ پانی نکل جائے تو کنواں، اس کا ڈول اور رسی سب پاک شمار ہوں گے، کیونکہ یہ چیزیں پانی کے تابع ہیں۔ اگر کنویں میں نجاست گرنے کا وقت معلوم نہ ہو اور مردہ جانور پھولا ہوا ہو تو گزشتہ نمازوں کے بارے میں احتیاط کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے؛ فقہ حنفی میں جانور کے پھولنے یا نہ پھولنے کو بنیاد بنا کر گزشتہ ایک دن رات یا تین دن رات کی نمازوں کے اعادے کی تفصیل بیان کی گئی ہے، مگر یہ نازک مسئلہ ہے اس لیے عملی صورت میں مستند مفتی سے رجوع ضروری ہے۔ اس جواب کا مقصد درسی اصول بتانا ہے، کسی مخصوص واقعے پر فتویٰ دینا نہیں۔

جدید ذرائع آب اور تطبیق

موجودہ زمانے میں بہت سی جگہوں پر کنویں کی جگہ بورنگ، ٹیوب ویل اور ٹینکی کا نظام آ گیا ہے۔ ان ذرائع پر کنویں کے احکام کا اطلاق کرتے وقت پانی کی مقدار، بہاؤ اور نجاست کے اثر کو دیکھا جاتا ہے۔ جو پانی جاری ہو یا کثیر مقدار میں ہو اس کا حکم فقہا نے الگ بیان کیا ہے۔ اسی طرح اگر پانی میں نجاست کا کوئی اثر رنگ، بو یا ذائقے میں ظاہر نہ ہو اور پانی کثیر ہو تو حکم مختلف ہو سکتا ہے۔ طالب علم کو چاہیے کہ قدوری کے اصول یاد رکھے: تھوڑا پانی نجاست سے جلد متاثر ہوتا ہے، مردہ جانور کی جسامت اور حالت کے مطابق پانی نکالنے کی مقدار بدلتی ہے، اور

شک کی صورت میں احتیاط اور اہل علم سے رجوع ہی محفوظ راستہ ہے۔ جہاں لیبارٹری اور صفائی کے جدید نظام موجود ہوں وہاں صحت کے اصولوں کی رعایت بھی ضروری ہے۔

خاتمہ

خلاصہ یہ ہے کہ کنویں میں نجاست گرنے کی صورت میں قدوری کا اصول واضح ہے :بعض صورتوں میں سارا پانی نکالنا لازم ہے، جیسے بڑا جانور مر جائے، خنزیر یا نجاست عینیہ گرے یا لاش پھول جائے؛ اور بعض صورتوں میں مقررہ ڈول نکالنا کافی ہے، جیسے چوہے کی صورت میں بیس سے تیس اور بلی یا مرغی کی صورت میں چالیس سے ساٹھ ڈول۔ یہ مقدار درمیانے ڈول کے حساب سے ہے۔ ان اصولوں کو یاد کرنے سے طالب علم طہارت کے اس اہم باب کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے، تاہم کسی واقعی واقعے میں عملی رہنمائی کے لیے مستند عالم دین سے رجوع کرنا چاہیے۔

سوال نمبر 3

سوال نمبر -3موزوں پر مسح کرنے کے احکام پر جامع نوٹ تحریر کریں۔ (20)

مقدمہ

وضو میں پاؤں دھونے کے بجائے مخصوص شرائط کے ساتھ موزوں پر مسح کرنا شریعت کی دی ہوئی رخصت ہے جو سردی، سفر اور دیگر ضرورتوں میں آسانی پیدا کرتی ہے۔ یہ رخصت احادیث سے ثابت ہے اور فقہا نے اس کے شرائط و احکام کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ امام قدوری نے کتاب الطہارہ میں مسح کے مسائل کو مختصر مگر جامع انداز میں ذکر کیا ہے۔ اس جواب میں مسح کی تعریف و مشروعیت، مدت، شرائط، طریقہ، موزوں کی صفات اور مسح کو توڑنے والی چیزوں کو قدوری کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے۔ یہ بیان درسی رہنمائی کے لیے ہے؛ طالب علم کو چاہیے کہ عملی مسائل میں اپنے استاد اور مستند علماء سے بھی رہنمائی لے، کیونکہ مسح کے بعض جزئی مسائل میں اہل علم کی آراء کی تفصیل موجود ہے۔

تعریف اور مشروعیت

مسح سے مراد گیلا ہاتھ پھیرنا ہے۔ وضو کے باب میں اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص کامل وضو کی حالت میں موزے پہنے، وہ بعد کے وضوؤں میں مقررہ مدت کے اندر پاؤں دھونے کے بجائے موزوں کے اوپر گیلا ہاتھ پھیر لے۔ یہ رخصت قرآن و سنت کی روشنی میں فقہا کے ہاں ثابت ہے اور اس پر امت کا عمل چلا آ رہا ہے۔ فقہ حنفی میں یہ

رخصت مقیم اور مسافر دونوں کے لیے ہے، البتہ مدت میں فرق ہے۔ مسح کی حکمت ظاہر ہے :بار بار موزے اتار کر پاؤں دھونا بالخصوص سرد موسم اور سفر میں مشقت کا باعث بن سکتا ہے، اس لیے شریعت نے آسانی عطا فرمائی۔ رخصت ہونے کے باوجود اس کے شرائط کی رعایت لازم ہے، کیونکہ شرط پوری ہوئے بغیر مسح درست نہیں ہوتا اور وضو ناقص رہ جاتا ہے۔

مسح کی مدت

قدوری کے مطابق مقیم کے لیے مسح کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے، جبکہ مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں ہیں۔ مدت کا حساب اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب موزے پہننے کے بعد پہلی بار حدث لاحق ہو، یعنی وضو ٹوٹے، نہ کہ موزے پہننے کے لمحے سے۔ مثال کے طور پر اگر کسی نے فجر کے وضو سے موزے پہنے اور ظہر کے وقت وضو ٹوٹا تو مدت ظہر کے وقت سے شمار ہو گی۔ سفر کی تعریف شرعی سفر سے ہے جس میں نماز قصر ہوتی ہے۔ اگر مقیم شخص مدت کے دوران سفر شروع کر دے یا مسافر اقامت اختیار کر لے تو مدت کے بدلنے کے تفصیلی احکام فقہ کی بڑی کتابوں میں موجود ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ حکم اسی حالت کے ساتھ ہو گا جو مدت کے پورا ہونے سے متعلق قاعدے سے طے پائے؛ ایسی صورتوں میں طالب علم اپنے استاد سے رہنمائی لے۔

مسح کے شرائط

مسح کے درست ہونے کی اہم شرائط یہ ہیں :اول یہ کہ موزے کامل طہارت کی حالت میں پہنے گئے ہوں، یعنی وضو مکمل کرنے کے بعد پہنے ہوں؛ اگر وضو مکمل ہونے سے پہلے پہن لیے تو مسح جائز نہیں۔ دوم یہ کہ موزے پاؤں کو ٹخنوں سمیت ڈھانپتے ہوں۔ سوم یہ کہ موزے اتنے مضبوط ہوں کہ ان میں پیدل چلا جا سکے اور وہ خود سے ٹھہرے رہیں۔ چہارم یہ کہ موزوں میں بڑا پھٹاؤ نہ ہو؛ قدوری کے بیان کے مطابق اگر پھٹاؤ پاؤں کی تین انگلیوں کی مقدار یا اس سے زیادہ ظاہر کرے تو مسح جائز نہیں۔ پنجم یہ کہ مسح مدت کے اندر ہو۔ یہ بھی ضروری ہے کہ موزے چمڑے کے ہوں یا ان جیسی صفات رکھنے والے ہوں؛ فقہ حنفی میں جرابوں پر مسح کے لیے موٹا اور مضبوط ہونا شرط بیان کیا گیا ہے، اور عام باریک موزوں پر مسح کے مسئلے میں رائے مختلف ہے، اس لیے اس جزئی مسئلے میں مقامی مستند علماء کی رہنمائی پر عمل کرنا چاہیے۔

مسح کا طریقہ

مسح کا مسنون اور معتبر طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو تر کر کے دائیں ہاتھ کو دائیں پاؤں کے موزے کی انگلیوں پر اور بائیں ہاتھ کو بائیں پاؤں کے موزے کی انگلیوں پر رکھا جائے، پھر انگلیوں کو کھلا رکھتے ہوئے پنڈلی کی طرف کھینچا جائے۔ مسح موزے کے اوپر کی جانب کیا جائے گا، تلوے یا ایڑی پر مسح کرنا کافی نہیں۔ فرض مقدار پاؤں کے اوپر ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر مسح کرنا ہے، اور پورے اوپر کے حصے پر ہاتھ پھیرنا سنت طریقے کے قریب ہے۔ مسح ہر وضو میں ایک بار کیا جائے گا۔ اگر کسی نے خشک ہاتھ پھیرا یا پانی کے قطرے ٹپکا کر مسح کی نیت کی تو احکام کی تفصیل فقہی کتب میں موجود ہے؛ اصل یہ ہے کہ ہاتھ تر ہونا چاہیے تاکہ مسح کی صورت پائی جائے۔

مسح کو توڑنے والی چیزیں

مسح کئی صورتوں میں ختم ہو جاتا ہے۔ مدت کا پورا ہو جانا مسح کو ختم کر دیتا ہے؛ اس صورت میں اگر وضو باقی ہو تو صرف پاؤں دھو لینا کافی ہے اور پورا وضو دہرانا لازم نہیں۔ اگر موزہ اتار دیا جائے یا پاؤں کا بڑا حصہ موزے سے باہر نکل آئے تو بھی پاؤں دھونا لازم آتا ہے۔ غسل واجب ہو جانے کی صورت میں، یعنی حدث اکبر پیش آ جائے تو، مسح باقی نہیں رہتا اور غسل میں پورا بدن بشمول پاؤں دھونا ضروری ہے۔ موزے میں بڑا پھٹاؤ آ جانا بھی مسح کے جواز کو ختم کرتا ہے۔ اگر مدت ختم ہونے کے وقت وضو نہ ہو تو اگلا وضو مکمل کرنا ہو گا جس میں پاؤں بھی دھوئے جائیں گے۔ یہ تمام باتیں اس لیے اہم ہیں کہ مسح کا دار و مدار مدت اور موزے کی حالت پر ہے۔

عملی جدول اور احتیاطیں

طلبہ کی سہولت کے لیے خلاصہ یہ ہے :مقیم کی مدت ایک دن رات، مسافر کی تین دن رات، مدت کا آغاز پہلے حدث سے، فرض مقدار اوپر کی طرف تین انگلیوں کے برابر، اور شرط یہ کہ موزے طہارت کاملہ پر پہنے گئے ہوں۔ عملی زندگی میں دو احتیاطیں خاص طور پر مفید ہیں :ایک یہ کہ مسح شروع کرنے کا وقت یاد رکھا جائے تاکہ مدت سے تجاوز نہ ہو، اور دوسری یہ کہ موزے کی حالت کا جائزہ لیا جائے کہ کہیں پھٹاؤ حد سے زیادہ تو نہیں۔ دفاتر اور سفر میں یہ رخصت بہت سہولت دیتی ہے، لیکن سہولت کا لازمی تقاضا ہے کہ شرائط پر سمجھوتہ نہ کیا جائے۔ جہاں کسی مسئلے میں شبہ ہو وہاں پاؤں دھو لینا زیادہ محتاط عمل ہے۔

خاتمہ

خلاصہ یہ ہے کہ موزوں پر مسح شریعت کی ثابت شدہ رخصت ہے جسے قدوری نے واضح شرائط کے ساتھ بیان کیا ہے :طہارت کاملہ پر موزے پہننا، ٹخنوں تک ڈھانپنا، مضبوطی، مقررہ مدت اور اوپر کی جانب مسح کرنا اس کے بنیادی اصول ہیں۔ مقیم کے لیے مدت ایک دن رات اور مسافر کے لیے تین دن رات ہے۔ مدت کی تکمیل، موزہ اتارنا یا غسل واجب ہونا مسح کو ختم کر دیتا ہے طالب علم ان اصولوں کو یاد کر کے اس باب کے زیادہ تر مسائل حل کر سکتا ہے، اور جزئی و اختلافی صورتوں میں اہل علم سے رجوع کرنا اس کی علمی دیانت کا تقاضا ہے۔

سوال نمبر 4

سوال نمبر 4۔نماز کی شرائط اور ارکان کا علیحدہ علیحدہ چارٹ بنائیں اور دونوں میں فرق واضح کریں۔ (20)

مقدمہ

نماز اسلام کا عظیم رکن اور ہر بالغ عاقل مسلمان پر فرض عبادت ہے۔ نماز کے درست ہونے کے لیے فقہا نے کچھ امور کو شرائط اور کچھ کو ارکان قرار دیا ہے۔ شرط اور رکن میں فرق نماز کے باب کی بنیادی اصطلاحات میں سے ہے، کیونکہ کسی شرط کے نہ پائے جانے اور کسی رکن کے چھوٹ جانے کے نتائج میں فرق ہوتا ہے۔ امام قدوری نے کتاب الصلاۃ کے آغاز میں ان امور کو ترتیب سے بیان کیا ہے۔ اس جواب میں پہلے شرط اور رکن کی تعریف، پھر دونوں کے علیحدہ علیحدہ چارٹ، اس کے بعد فرق کی وضاحت اور آخر میں عملی مثالیں پیش کی جاتی ہیں تاکہ طالب علم یہ باب مکمل طور پر سمجھ سکے۔ یہ تفصیل فقہ حنفی کے معتمد اصولوں کے مطابق ہے۔

شرط اور رکن کی تعریف

شرط اس امر کو کہتے ہیں جس کا وجود نماز سے باہر ہو، مگر نماز کی صحت اس پر موقوف ہو، جیسے وضو کرنا : وضو نماز کا حصہ نہیں، لیکن اس کے بغیر نماز درست نہیں۔ رکن اس جز کو کہتے ہیں جو نماز کے اندر داخل اور اس کی ماہیت کا حصہ ہو، جیسے قیام، رکوع اور سجود :یہ افعال نماز کے اندر انجام پاتے ہیں اور نماز انہی سے مرکب ہوتی ہے۔ اصول فقہ کی زبان میں شرط خارج عن الماہیہ اور رکن داخل فی الماہیہ ہوتا ہے۔ اس تعریف ہی سے فرق کی بنیاد واضح ہو جاتی ہے۔ دونوں کا ترک نماز کو فاسد کرتا ہے، مگر بعض جزئی نتائج میں فقہا فرق کرتے ہیں، مثال کے طور پر شرط کا نماز سے پہلے موجود ہونا ضروری ہے جبکہ رکن نماز کے دوران ہی ادا ہوتا ہے۔ نماز شروع کرنے کو تحریمہ کہا جاتا ہے جو بذات خود ایک اہم بحث ہے جس میں تکبیر تحریمہ کو قدوری کے ہاں شرط کے قریب شمار کیا گیا ہے، جبکہ اس کی تفصیل بڑی کتب میں موجود ہے۔

چارٹ :نماز کی شرائط

قدوری کے مطابق نماز کی شرائط درج ذیل چارٹ میں پیش کی جاتی ہیں۔ ان میں بدن، لباس اور جگہ کی طہارت، ستر، وقت، قبلہ رخ اور نیت شامل ہیں۔ بعض فقہا تکبیر تحریمہ کو بھی شرائط میں گنتے ہیں، اس لیے چارٹ میں اس کی نشاندہی وضاحت کے ساتھ کر دی گئی ہے۔

نمبر	شرط	مختصر وضاحت
1	طہارت بدن	بدن حدث اور نجاست سے پاک ہو
2	طہارت لباس	کپڑے نجاست سے پاک ہوں
3	طہارت مکان	نماز کی جگہ پاک ہو
4	ستر عورت	مرد و عورت کے لیے مقررہ حصہ ڈھانپنا
5	وقت کا دخول	نماز اس کے مقررہ وقت میں پڑھی جائے
6	استقبال قبلہ	چہرہ و بدن کعبہ کی طرف ہو
7	نیت	دل میں نماز کا ارادہ ہو
8	تکبیر تحریمہ	اللہ اکبر کہہ کر نماز میں داخل ہونا)شرط کے حکم میں بیان ہوتی ہے(

چارٹ :نماز کے ارکان

نماز کے ارکان وہ افعال ہیں جو نماز کے اندر انجام پاتے ہیں۔ قدوری کے بیان کے مطابق ان میں قیام، قراءت، رکوع، سجود، قعدہ اخیرہ بقدر تشہد اور دیگر اجزاء شامل ہیں۔ ترتیب وار چارٹ درج ذیل ہے۔

نمبر	رکن	مختصر وضاحت
1	قیام	فرض نماز میں قدرت کے باوجود کھڑا ہونا

قیام میں قرآن کی تلاوت کرنا	قراءت	2
اطمینان کے ساتھ جھکنا	رکوع	3
دو سجدے مقررہ اعضا کے ساتھ کرنا	سجود	4
آخر میں تشہد کی مقدار بیٹھنا	قعدہ اخیرہ	5
ارکان کو اطمینان اور ترتیب سے ادا کرنا) متعلقہ احکام کے ساتھ(	ترتیب و تعدیل	6

شرائط اور ارکان میں فرق

دونوں میں پہلا فرق مقام کا ہے :شرط نماز سے باہر ہوتی ہے، رکن نماز کے اندر ہوتا ہے۔ وضو اور وقت کا دخول نماز شروع ہونے سے پہلے درکار ہیں، جبکہ رکوع و سجود نماز کے دوران ادا ہوتے ہیں۔ دوسرا فرق ماہیت کا ہے :رکن نماز کی حقیقت کا جز ہے، اس کے بغیر نماز کی صورت ہی مکمل نہیں ہوتی، جبکہ شرط نماز کی حقیقت کا جز نہیں بلکہ اس کی صحت کی بیرونی بنیاد ہے۔ تیسرا فرق تسلسل کا ہے :بعض شرائط، جیسے طہارت اور ستر، نماز کے دوران بھی قائم رہنا ضروری ہیں، جبکہ ارکان اپنے اپنے وقت پر ادا ہو کر پورے ہو جاتے ہیں۔ چوتھا فرق یہ ہے کہ رکن بھول کر چھوٹ جائے تو سجدہ سہو جیسے احکام کی بحث آتی ہے، حالانکہ فرض رکن چھوٹنے سے سجدہ سہو کافی نہیں ہوتا اور نماز دہرانی پڑتی ہے، جبکہ شرط چھوٹنے کی صورت میں بحث طہارت و وقت کے اصولوں سے حل ہوتی ہے۔ طالب علم کے لیے اہم بات یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں نماز کی صحت خطرے میں پڑتی ہے، لہٰذا فرق محض اصطلاحی نہیں بلکہ عملی نتائج رکھتا ہے۔

عملی مثالیں

مثالوں سے فرق مزید واضح ہوتا ہے۔ اگر کسی نے بغیر وضو نماز پڑھی تو شرط طہارت نہ ہونے کی وجہ سے نماز درست نہیں ہوئی، حالانکہ اس نے سارے ارکان ادا کیے تھے۔ اگر کسی نے وقت داخل ہونے سے پہلے نماز پڑھ لی تو شرط وقت نہ پائی گئی۔ اس کے برخلاف اگر کوئی وضو کر کے، قبلہ رخ ہو کر نماز شروع کرے لیکن رکوع کرنا بھول جائے تو رکن چھوٹنے کی وجہ سے نماز درست نہیں ہو گی۔ اگر سجدہ ایک رہ جائے تو بھی یہی حکم ہے۔ قعدہ اخیرہ

ترک کرنا بھی رکن چھوڑنا ہے۔ ان مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ نمازی کو نماز سے پہلے شرائط کی تکمیل اور نماز کے دوران ارکان کی مکمل ادائیگی، دونوں کا اہتمام کرنا چاہیے۔ خاص طور پر جلدی میں تعدیل ارکان ترک ہو جانا عام غلطی ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔

واجبات اور سنن سے تعلق

اس فرق کو مکمل کرنے کے لیے یہ جاننا بھی مفید ہے کہ نماز میں شرائط و ارکان کے علاوہ واجبات اور سنن بھی ہوتے ہیں۔ واجب وہ عمل ہے جس کا نماز میں ہونا ضروری درجے کا تقاضا ہے مگر وہ نہ شرط ہے نہ رکن؛ اگر واجب بھول کر رہ جائے تو سجدہ سہو سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے، جبکہ جان بوجھ کر چھوڑنا گناہ اور نماز کے اعادے کی بحث پیدا کرتا ہے۔ سنت عمل ترک ہونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی البتہ اس کی کمالیت کم ہو جاتی ہے۔ اس درجہ بندی سے معلوم ہوتا ہے کہ شرط و رکن نماز کی صحت کی بنیاد ہیں، واجب اس کے قریب ترین درجہ ہے اور سنت اس کے حسن و کمال کا درجہ ہے۔ امتحان میں عموماً طالب علم سے یہی پوچھا جاتا ہے کہ فلاں عمل شرط ہے یا رکن یا واجب، لہٰذا چارٹ کے ساتھ یہ درجہ بندی یاد کرنا جواب کو مکمل بنا دیتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ تکبیر تحریمہ، ثنا اور تعوذ جیسے ابتدائی امور کی درجہ بندی میں فقہا کی اصطلاحی تفصیل موجود ہے جس کا خلاصہ اوپر شرط کی بحث میں بیان کر دیا گیا ہے۔

خاتمہ

خلاصہ یہ ہے کہ نماز کی شرائط وہ امور ہیں جو نماز سے باہر ہوتے ہوئے اس کی صحت کی بنیاد ہیں، جیسے طہارت، ستر، وقت، قبلہ اور نیت، جبکہ ارکان وہ افعال ہیں جو نماز کے اندر اس کی ماہیت بناتے ہیں، جیسے قیام، قراءت، رکوع، سجود اور قعدہ اخیرہ۔ دونوں چارٹس کو یاد کر لینے اور فرق کی مثالوں کو سمجھ لینے سے طالب علم کتاب الصلاۃ کے اس بنیادی باب پر عبور حاصل کر سکتا ہے۔ نماز جیسی عظیم عبادت میں شرائط و ارکان کی یہ تفہیم نمازی کے خشوع اور اعتماد دونوں میں اضافہ کرتی ہے۔

سوال نمبر 5

سوال نمبر 5۔ عیدین کی نماز کا طریقہ، حکم اور احکام تحریر کریں۔ (20)

مقدمہ

عید الفطر اور عید الاضحی مسلمانوں کے دو عظیم تہوار ہیں جن کی مرکزی عبادت نماز عید ہے۔ یہ نماز شکر، اجتماعیت اور دینی شعائر کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ امام قدوری نے نماز عیدین کے احکام کو واضح ترتیب سے بیان کیا ہے۔ اس جواب میں نماز عید کا حکم، اس کی شرائط، وقت، مکمل طریقہ، خطبہ، تکبیرات اور متعلقہ مسائل تحریر کیے جاتے ہیں۔ فقہ حنفی کے معتمد موقف کے مطابق یہ نماز ان لوگوں پر واجب ہے جن پر جمعہ واجب ہے، اور اس کا طریقہ عام نمازوں سے تکبیرات زوائد کی وجہ سے ممتاز ہے۔ طالب علم کو یہ نکتہ یاد رکھنا چاہیے کہ عید کی نماز میں اذان و اقامت نہیں ہوتی اور خطبہ نماز کے بعد ہوتا ہے، جو جمعہ سے اہم فرق ہے۔

نماز عید کا حکم اور شرائط

فقہ حنفی میں نماز عیدین واجب ہے اور یہ حکم ان افراد کے لیے ہے جن پر نماز جمعہ فرض ہے، یعنی بالغ، عاقل، مقیم اور صحت مند مرد۔ عورتیں، مسافر، مریض اور معذور افراد پر یہ نماز اسی طرح واجب نہیں جیسے ان پر جمعہ کی تفصیل ہے، اگرچہ عیدگاہ میں شرکت کی ترغیب اور اس کے آداب الگ بحث ہیں۔ نماز عید کے لیے جماعت شرط ہے، یہ نماز اکیلے ادا نہیں ہوتی۔ اس کے لیے وہی عمومی شرائط درکار ہیں جو جمعہ کے لیے بیان ہوئی ہیں، جیسے شہر یا اس کے حکم میں آباد جگہ، وقت کا دخول اور امام کی موجودگی، البتہ بعض شرائط میں عید اور جمعہ کے درمیان فقہا نے جزئی فرق بھی بیان کیا ہے۔ عید الفطر کے دن نماز سے پہلے کچھ کھانا اور عید الاضحی کے دن نماز کے بعد قربانی سے کھانا مسنون عمل کے طور پر بیان ہوتا ہے، جن کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے۔ اجتماعی مسائل، جیسے عیدگاہ کا انتظام اور مرکزی جماعت، میں انتظامیہ اور علماء کی رہنمائی پر عمل کرنا چاہیے۔

وقت

نماز عید کا وقت سورج کے اچھی طرح طلوع ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے، جب سورج ایک نیزے کے بقدر بلند ہو جائے، اور زوال سے پہلے تک رہتا ہے۔ نماز کو وقت کے ابتدائی حصے میں ادا کرنا بہتر ہے تاکہ عید الاضحی کے دن قربانی کے لیے زیادہ وقت مل سکے۔ اگر کسی عذر کی وجہ سے عید الفطر کی نماز پہلے دن نہ ہو سکے تو فقہا نے دوسرے دن قضا کی گنجائش بیان کی ہے، جبکہ عید الاضحی کی نماز عذر کی صورت میں مزید دنوں تک مؤخر کرنے کی تفصیل موجود ہے۔ بارش، شدید موسم یا انتظامی رکاوٹ کی صورت میں یہ مسائل عملی شکل اختیار کرتے ہیں، لہٰذا ایسی صورت حال میں مقامی علماء کے اعلان پر عمل کیا جائے۔ طالب علم کے لیے اصول یہ ہے کہ بغیر عذر نماز کو وقت سے مؤخر کرنا درست نہیں۔

المختصر القدوری — (241)امتحانی مشق نمبر — 1صفحہ 15

نماز عید کا طریقہ

نماز عید دو رکعت ہے۔ نماز شروع کرنے کی نیت کے بعد تکبیر تحریمہ کہی جاتی ہے، پھر ثنا پڑھی جاتی ہے۔ اس کے بعد پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے تین زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں اور ہر تکبیر پر رفع یدین کیا جاتا ہے؛ تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ کر امام قراءت کرتا ہے۔ پھر عام طریقے سے رکوع و سجود کر کے دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہوا جاتا ہے۔ دوسری رکعت میں پہلے قراءت کی جاتی ہے، پھر رکوع سے پہلے تین زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں اور چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع میں جایا جاتا ہے۔ یوں مجموعی طور پر چھ زائد تکبیریں ہوتی ہیں۔ اس کے بعد رکعت مکمل کر کے تشہد، درود اور دعا کے بعد سلام پھیرا جاتا ہے۔ مقتدی امام کی پیروی کرے گا اور تکبیرات میں بھی امام کے ساتھ شریک رہے گا۔ اگر کوئی شخص جماعت میں دیر سے شامل ہو تو تکبیرات کے قضا کرنے کی تفصیل فقہی کتب میں موجود ہے جس پر عمل کے لیے استاد سے رہنمائی لی جائے۔

خطبہ اور بعد کے احکام

نماز کے بعد امام دو خطبے دیتا ہے جن کا سننا حاضرین کے لیے ضروری آداب میں سے ہے۔ یہ جمعہ کے برعکس ہے جہاں خطبہ نماز سے پہلے ہوتا ہے۔ عید کے خطبے میں عید الفطر کے موقع پر صدقہ فطر کے مسائل اور عید الاضحی کے موقع پر قربانی اور تکبیرات تشریق کے مسائل بیان کرنا مناسب ہے۔ تکبیرات تشریق عید الاضحی سے متعلق اہم حکم ہے :فقہ حنفی میں یوم عرفہ کی فجر سے ایام تشریق کے آخری دن کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد ایک بار تکبیر کہنا واجب بیان کیا گیا ہے۔ اس کی جزئی تفصیل اور ایام کی گنتی میں فقہی بیانات موجود ہیں، لہٰذا عملی طور پر اپنے علاقے کے معتمد کیلنڈر اور علماء کی رہنمائی اختیار کرنی چاہیے۔ عید کے دن ایک راستے سے جانا اور دوسرے سے واپس آنا، اور عید الفطر میں جاتے ہوئے آہستہ اور عید الاضحی میں بلند آواز سے تکبیر کہنا مسنون آداب میں بیان ہوتا ہے۔

متفرق مسائل

چند متفرق مسائل کا علم بھی ضروری ہے۔ نماز عید کے لیے اذان اور اقامت نہیں ہے۔ اگر نماز کے دوران بارش یا کسی حادثے کی وجہ سے جماعت منتشر ہو جائے تو باقی نماز کے مسائل جمعہ کے اصولوں کے قریب حل کیے جاتے ہیں۔ عید کے دن روزہ رکھنا عید الفطر اور عید الاضحی اور ایام تشریق میں ممنوع ہے۔ صدقہ فطر عید الفطر کی نماز سے پہلے ادا کرنا بہتر ہے تاکہ محتاج لوگ عید کی خوشی میں شریک ہو سکیں۔ قربانی کرنے والوں کے لیے عید الاضحی

کی نماز کے بعد قربانی کا وقت شروع ہوتا ہے۔ خواتین اور بچوں کی شرکت، عیدگاہ کی صفائی اور ٹریفک جیسے انتظامی امور میں باہمی تعاون دینی اخلاق کا حصہ ہے۔ ان تمام مسائل میں اصل اصول شریعت کے مقررہ طریقے کی پیروی اور انتشار سے بچنا ہے۔

خاتمہ

خلاصہ یہ ہے کہ نماز عیدین فقہ حنفی میں واجب ہے، جماعت کے ساتھ دو رکعت ادا ہوتی ہے، پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے اور دوسری رکعت میں قراءت کے بعد تین تین زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں اور خطبہ نماز کے بعد ہوتا ہے۔ اس کا وقت سورج بلند ہونے سے زوال تک ہے۔ ان احکام کو یاد کرنے سے طالب علم عید کی عبادت کو سنت طریقے کے مطابق سمجھ سکتا ہے۔ عملی اجتماعات میں کسی بھی غیر معمولی صورت حال میں مستند علماء کی رہنمائی پر عمل کرنا چاہیے۔

AIOU LIBRARY aioulibrary.com